صوبوں کی تقسیم کا فارمولا

تحریر: سہیل احمد لون

موسم سرما کی آمد کے ساتھ ہی وطن عزیز میں غریب عوام کے چولہے ٹھنڈے ہونا شروع ہو گئے ۔ گرمیوں میں تو صرف بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے مگر یخ بستہ سرد ہواؤں میں گیس کی بندش میں صبح اٹھ کر گرم چائے کی پیالی ناشتے کے ساتھ مل جائے تو کیفیت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کسی کنگلے کی لاٹری نکل آئے ۔ اس سرد موسم میں گھر کا چولہا یا سارا گھر ہی ٹھنڈا کیوں نہ پڑ جائے مگر ہمارے ملک کے سیاسی حالات کا درجہ حرارت انسانی خواہش کی طرح بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے ۔ دھرنے ، ریلیاں ، جلسے اور احتجاجی جلوس تو اب سدا بہار تہوار وں کی طرح لوگ منانا شروع ہو گئے ہیں ۔ اداروں میں تصادم جو ہمیشہ سے ہی آمروں کو اقتدار پر قبضہ کرنے کا جواز فراہم کرتا ہے ۔ ایک بار پھر اپنی تاریخ دہراتا دکھائی دے رہا ہے ۔ ویسے ہمارے سیاستدانوں نے اس بار بھی اپنی پوری کوشش کی ہے مگر جنرل کیانی نے اب تک رعایتی نمبر دے کر اس اسمبلی کو اپنی مدت پوری کرنے کا موقع فراہم کیا ہوا ہے ۔ اللہ کرے کہ جمہوریت بحال رہے...... چاہے لنگڑی لولی ہی سہی مگر توانا ہونے کی امید تو کی جا سکتی ہے کیونکہ اس بار مارشل لا ضیاءالحق جیسا نہیں ہو گا کہ سب لوگ گونگے بہرے اور اندھے بن کر بیٹھ جائیں ۔ ملک دشمن عناصر کے ایجنڈے میں یہ چیز شامل ہے کہ حالات ایسے کر دیئے جائیں کہ فوج اقتدار پر قبضہ کر لے ۔ پھر اگلے مرحلے میں وہی ملک دشمن عناصر اپنی ہی فوج کے خلاف علم بغاوت بلند کروانے میں اپنا کردار ادا کریں گے ۔ نتیجہ وہی ہو گا جو عراق ، لیبیا ، مصر اور شام میں ہوا یا ہو رہا ہے یا ابھی مزید کچھ ممالک میں ہو گا ۔ ہماری تاریخ میں مقننہ ، انتظامیہ اور عدلیہ جو ملک کے بنیادی ستون ہیں ایک تثلیث کی مانند ہیں جس کے تینوں ارکان کے اختیارات کی تقسیم بالکل واضح ہے مگر ان میں ایک ہمیشہ ایک کا پلہ بھاری رہا ہے ۔ مگر اب حالات میں تبدیلی آئی ہے ملک کے تین بنیادی ستونوں میں ایک اضافہ اور ہو گیا ہے وہ میڈیا ہے ۔ جس نے اس تثلیث کو مربع کی شکل دے دی ہے ۔ جس میں زاویوں کی تقسیم چار حصوں میں ہونے سے توازن پہلے سے بہتر ہو گیا ہے ۔ "اتفاق میں برکت ہے" مگر بدقسمتی سے ہمارے سیاستدانوں میں سیاسی بصیرت کی طرح اتفاق کی بھی کمی رہی ہے ۔ فوج میں ڈسپلن ، اطاعت اور اتفاق کا معیار ہمارے سیاستدانوں سے کہیں بڑھ کر ہے اسی وجہ سے وہ کئی بار اقتدار کے مزے بھی لوٹ چکی ہے ۔ سیاستدانوں کی طرح ہماری اعلیٰ عدلیہ کا ماضی بھی کوئی قابل فخر نہیں رہا ۔ معاملہ کوئی بھی ہو ہمارے سیاستدان آپس میں اتفاق نہیں کرتے ۔ حال ہی میں صوبوں کی تقسیم کا نعرہ لگایا گیا ۔ یہ معاملہ جو جماعت پارلیمنٹ لے کر آئی ہے اس کی سرائیکی ، ہزارے اور قبائلی علاقے میں نمائندگی تک نہیں ہے ۔ ایم کیو ایم نے انتظامی بنیادوں پر صوبوں کو تقسیم کرنے کا فارمولا پیش کیا ہے ۔ جس کے حامی بھی ہیں اور مخالف بھی ۔ کچھ اس کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کے خواہاں ہیں ، کچھ اسے لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اور کچھ اس کی تقسیم کرنا ہی نہیں چاہتے ۔ اگر دیکھا جائے تو دنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جہاں پر صوبے ہی نہیں مگر ان کا نظام نا صرف چل رہا ہے بلکہ ہم سے بہتر چل رہا ہے ۔ بنگلہ دیش جو کبھی مشرقی پاکستان تھا ہم سے علیحدہ ہو کر مزید صوبوں میں تقسیم ہوئے بغیر آج ہم سے صرف بہتر ہی نہیں بہت آگے بھی ہے ۔ وہاں کا تعلیمی معیار اور خواندگی کی

شرح سے لے کر ایک بنگلہ دیشی کی قدر و منزلت پاکستانیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ہندوستان جو ہمارے ساتھ ہی سامراجی تسلط سے آزاد ہوا۔ آج اس کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں معاشی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ وہاں پر اگر صوبوں کی تقسیم ہوئی تو ایسا نفاق دیکھنے میں نہیں آیا۔ جرمنی جو جنگ عظیم کے بعد کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا تھا صرف چار دہائیوں کے اندر اس کا شمار دنیا کے بہترین اور معاشی طور پر مستحکم ملکوں میں ہونے لگا۔ جرمنی کی آبادی 81.8 ملین ہے، اس کا کل رقبہ 357021 مربع کلومیٹر ہے۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے جرمنی پاکستان سے چھوٹا ملک ہے جہاں پر زبان بھی ایک ہی بولی جاتی ہے ۔انہوں نے اپنے ملک کو 16 ریاستوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ جو ایک زبان ہونے کی وجہ سے لسانی بنیادوں پر تو نہیں مگر انتظامی امور کو بہتر طریق سے چلانے کے لیے انتظامی بنیادوں پر ہیں۔ اس تقسیم میں انہوں نے ایسی ریاست بائیرن (Bayern) بھی بنائی جس کا رقبہ 70549 مربع کلومیٹر ہے جو باقی سب ریاستوں سے زیادہ ہے۔ اسی طرح وہاں ایسی بھی ریاست ہے جہاں آبادی دوسری ریاستوں سے زیادہ ہے۔ 404 مربع کلومیٹر پر مشتمل سب سے چھوٹی ریاست بریمن (Bremen) بھی ہے۔ وہاں کی ریاست ہمارے صوبے کی طرح ہی ہوتی ہے جس کو مزید 403 اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں 301 اضلاع دیہی اور 102 اضلاع شہری علاقے کے انتظامی معاملات دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کی دو بڑی سیاسی جماعتوں نے الحاق کر کے حکومت بنا کر بھی یہ ثابت کیا کہ ملکی بقاء اور سالمیت کے لیے دو مخالف سیاسی نظریات رکھنے والی جماعتیں مل کر کام کر سکتیں ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی اس طرح کی ناکام کوشش کی گئی۔ اب انتظامی امور کو بہتر بنانے اور بہتر طریقے سے چلانے کے لیے صوبوں کی تقسیم کا معاملہ اٹھایا گیا ہے۔ جس میں عوام کا فائدہ تو ہو گا نہیں کیونکہ ان کو "تقسیم" کر کے خود "جمع" کے فارمولے پر عمل کیا جائے گا۔ آبادی جس رفتار سے بڑھی ہے ظاہر ہے موروثی سیاستدانوں میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوا ہے۔ اب 4 صوبے کم ہیں...... صوبے زیادہ ہوں گے تو مزید وزارتیں، مشیر، سیکریٹری حضرات منصب پر فائز ہو کر عوام کی "خدمت" کر سکیں گے۔ ویسے بھی ایک خادم اعلیٰ اتنے بڑے صوبے میں کہاں کہاں دوڑ لگائے......؟ دراصل گورے تو ادھر سے چلے گئے مگر کچھ مسٹر براؤن ادھر ہی چھوڑ گئے جنہوں نے گوروں کے اصول ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' (devide and rule) کو جاری و ساری رکھا۔ ان صوبوں کی تقسیم بھی اسی فارمولے پر ہو رہی ہے ورنہ عوام کی کسے پرواہ ہے؟ اس مقصد کے لیے یہ نت نئے قانون بھی بنا لیتے ہیں۔ جس کی بنیاد ہی ''قانون بیوقوفوں کیلئے'' (Rules for the fools) پر ہوتی ہے۔ یہ حکمرانی کرنے کے لیے قانون اور اصول تو بناتے ہیں مگر ان کا تدارک صرف غریب عوام پر ہوتا ہے۔ تمام صاحب حیثیت، بااثر اور اشرافیہ اس سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں عوام بیوقوف ہوتے ہیں...... دیکھا جائے تو کسی حد تک وہ اپنی موقف میں درست بھی ہیں۔ کیونکہ قیام پاکستان کے بعد آج تک وہ اسی فارمولے پر عمل کر کے ان کو بیوقوف بناتے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت گیس، بجلی کی لوڈشیڈنگ نے عوام کا برا حال کر دیا ہے۔ کیا صوبوں کی تقسیم سے عوام کو اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے گا؟ کیا صوبوں کی تقسیم سے عوام کو روزگار مل جائے گا؟ کیا صوبوں کی تقسیم سے مہنگائی کا جن قابو آ جائے گا؟ کیا ہمارے ملک میں ادارے صوبوں کی تقسیم کے بعد ہم آہنگی سے کام کرنا شروع کر دیں گے؟ کیا یہ صوبوں کی تقسیم صرف صوبوں کی تقسیم تک ہی محدود رہے گی......؟ مگر موجودہ حالات کو دیکھ کر تو یہ لگتا ہے کہ صوبوں کی تقسیم ہو نہ ہو...... کسی نہ کسی کو منفی

ضرور ہونا پڑے گا کیونکہ قانون بنانا اور بچے پیدا کرنا دنیا کے آسان ترین کام ہیں لیکن قانون پر عملدرآمد کروانا اور بچے پالنا دنیا کے مشکل ترین کام۔

15-01-2012 sohailloun@gmail.com